حکمراں طبقہ اسلام کی نظر میں

از

(جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی)

(۲)

حدیثوں کا میں نے عموماً ترجمہ پیش کیا ہے، مگر جہاں الفاظ پیش کئے گئے ہیں وہاں آپ دیکھ چکے ہیں کہ ذمہ داری میں غفلت کے سلسلہ میں "خان" (خیانت) کا لفظ لایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، یہ ایک طرح کی امانت ہوتی ہے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں تو صراحتاً امانت کا لفظ ہی لایا گیا ہے۔

انہا امانة وانہا یوم القیامة خزی وندامة (مشکوٰة) — بے شک ذمہ داری ایک امانت ہے اور وہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت ہے،

اس "امانت" کے لفظ سے حکومت کے شعبوں کی اہمیت اور ذمہ دار کی حیثیت کو اُجاگر کیا گیا ہے، تاکہ صحیح طور پر اس شعبہ کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ ہو، اور ان حقوق میں غفلت و کوتاہی اور ناجائز تصرف پر تنبیہ ہو سکے، امانت کی اہمیت پر تفصیل میں گئے بغیر عرض کروں گا کہ خدانخواستہ اس میں خدا ترسی سے کام نہ لیا گیا، تو پھر خیر نہیں، نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے

اذا ضیعت الامانة انتظر الساعة قیل یا رسول اللہ وما اضاعتہا قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعة (السیاسة الشرعیة ص عن البخاری) — جب امانت برباد کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو، کہا گیا یا رسول اللہ اس کی بربادی کیا ہے؟ فرمایا جب کہ کام اس کے نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو اس وقت قیامت کا انتظار کرو۔

خلفائے راشدین کی پوری زندگی شاہد ہے کہ انھوں نے کس صداقت کے ساتھ اپنے دورِ خلافت میں حکومت کے فرائض انجام دیئے اور دنیا کو سبق دے گئے، اپنی ذمہ داری سے ایک لمحہ کے لئے چشم پوشی نہیں فرمائی، اور وہ ہمیشہ اپنے خدا سے لرزاں و ترساں رہے حضرت عمرؓ جب عاملوں کو بھیجتے تو یہ زرّیں ہدایت فرماتے

ان لا ترکبوا برزونا ولا تاکلو نقیاً ولا	عمدہ گھوڑے پر نہ سوار ہونا، اور نہ میدہ کھانا،
تلبسوا رقیقا ولا تغلقوا ابوابکم دون	نہ باریک کپڑا استعمال کرنا، اور نہ ضرورت
حوائج الناس فان فعلتم شیئاً من	مندوں پر اپنا دروازہ بند کرنا، اگر تم نے ان میں
ذالک فقد حلت بکم العقوبۃ	سے کوئی بات کی، تو تم پر عقوبت اور سزا نازل
(مشکوۃ کتاب الامارۃ)	ہوگی۔

اس کا منشا یہ تھا کہ تم تعیش کی زندگی نہ اختیار کرو، کبر و نخوت، ٹیپ ٹاپ، اور تعلّی و ترفع سے اپنے آپ کو بچاؤ، حکّام قوم کے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ان میں کوئی گندی بیماری پھیلی اور اس کی روک تھام نہ ہوئی، تو اس کا اثر پورے ملک پر پڑنا ناگزیر ہے، اور پھر یہ حکومت کے کارندے ملک میں اصلاح کا سبب ہونے کے بجائے فساد کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غالباً اس لئے بھی عمّال کو ان چیزوں سے روکتے تھے، کہ عمال و حکّام میں پبلک سے امتیازی شان پیدا کرنے کا شوق پیدا نہ ہو، اور قوم کے خادم ہونے کے بجائے مخدوم بننے کا جذبہ پرورش نہ پائے، یہ عمال اور کارندے تو اپنی جگہ رہے ان کے سب سے بڑے افسر یعنی امیر تک قوم کے خادم ہوتے ہیں مخدوم نہیں ہوتے یعنی وہ اپنے کو مخدوم سمجھنے کا حق نہیں رکھتے اور یہ اسلام کی ایک امتیازی شان ہے کہ وہ کسی حال میں عدل و مساوات کا دردی سے خون ہوتے پسند نہیں کرتا،

"جنگ قادسیہ" کے موقع پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بحیثیت سفیر رستم کی فرودگاہ میں پہنچے تو رستم نے اسلامی سفیر کو مرعوب کرنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا کہ خود بیچ دربار میں ایک سونے کے تخت پر جواہرات کا تاج سر پر رکھ کر بیٹھ گیا، اور یہاں سے وہاں تک دو رویہ زرنگار پردے لٹکائے، ریشم

کے نفیس فرش بچھوائے، درباریوں کو سج دھج کر ادھر ادھر بٹھایا، اور خدام کو دو رویہ کھڑا کر دیا، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی اس ظاہری نمائش سے کب مرعوب ہوتا، حضرت مغیرہؓ گھوڑے سے اترے اور سیدھے رستم کے پاس پہنچ گئے اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے، ان کی اس جرأت پر سارا دربار حیرت زدہ رہ گیا، اور شاہی آداب کے خلاف سمجھا، چنانچہ ایک آدمی بڑھا اور حضرت مغیرہؓ کو تخت سے اُتار دیا، یہ دیکھ کر حضرت مغیرہؓ نے برجستہ فرمایا جو سننے کے لائق ہے۔

"اے سردارانِ ایران! ہم تو تم کو عقل مند سمجھتے تھے، لیکن تم بڑے بے وقوف نکلے، ہم مسلمان بندوں کو خدا نہیں بنایا کرتے، اور کمزور انسانوں پر طاقت ور لوگوں کی آقائی کے قائل نہیں، ہمارا خیال تھا، کہ تمہارے ہاں بھی یہی دستور ہوگا، بہتر یہ تھا کہ تم ہمیں پہلے ہی بتا دیتے، کہ تمہارے یہاں کمزور طاقت ور کی پرستش کرتے ہیں، اور انھیں دیوتا بنا کر اونچی جگہ بٹھاتے ہیں، انسانی مساوات کا اصول تمہیں تسلیم نہیں، اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی، تو میں ہرگز تمہارے دربار میں نہیں آتا، خیر اب تو میں آگیا، لیکن تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ سلطنت قائم رہنے کے یہ ڈھنگ نہیں، زیر دستوں کی بے قراری تمہارے اقتدار کی بساط الٹ دے گی"[1]

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کا نظریہ حاکم و محکوم کے بارے میں کیا ہے، اور اسلام حکومت کے فرمانرواؤں کو کس ڈھنگ سے زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے،

اس سلسلہ میں عہدِ صحابہ کا ایک واقعہ اور سننے کے لائق ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ابو مسلم خولانیؒ حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا

السلام علیکَ ایھا الاجیر (اے مزدور تم پر سلامتی ہو)

لوگوں نے کہا یہ آپ کیا کہتے ہیں، یوں کہیئے "السلام علیکَ ایُّھا الامیر" یہ سن کر ابو مسلم خولانی نے پھر دھرایا "السلام علیک ایھا الاجیر"

لوگ بار بار اصرار کرتے رہے کہ "ایھا الامیر" سے خطاب کیجئے، مگر یہ ہمیشہ "ایھا الاجیر"

---

[1] تاریخ ملت ج ۱۲۱/۲۲ اس واقعہ میں یہ بھی ہے کہ ایرانیوں نے سن کر کہا "قسم خدا کی اس عربی نے بات تو سچی کہی" ۱۲ منہ

ہی سے خطاب کرتے رہے، حضرت معاویہؓ جو اس ردوکد کو سن رہے تھے فرمایا، "ان کو چھوڑ دو جو کچھ کہتے ہیں، اسے اچھی طرح جانتے ہیں" اب ابومسلم خولانی نے تشریح فرمائی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا

"آپ مزدور ہیں، ان بکریوں (مخلوق) کے رب نے آپ کو ان کی حفاظت کے لئے اُجرت پر مقرر کیا ہے، اگر آپ نے ان بکریوں کے مرض کی دیکھ بھال کی اور جو بیمار ہیں ان کا دوا علاج کیا اور ان میں سے ایک کی زیادتی کرنے کو دوسرے پر رد کا، تو ان بکریوں (مخلوق) کا مالک آپ کو پورا پورا اجر عطا کرے گا، اور اگر آپ نے ان باتوں میں سے کوئی ذمہ داری نہ ادا کی، تو مالک سزا دے گا"[1]

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ والی اور امیر اجیر ہوتا ہے، اور وہ انسانی مساوات میں کسی امتیاز کا مستحق نہیں، جو حکمراں اپنے کو عوام کی گردن کا مالک سمجھتے ہیں، وہ سراسر فریب میں مبتلا ہیں، خلافت راشدہ کی تاریخ گواہ ہے کہ دور راشدہ کے امراء خلفاء اور تمام ذمہ دار حضرات نے ملی جُلی زندگی گزاری، اور کبھی اپنے کو عوام سے رہن سہن میں ممتاز نہ ہونے دیا۔

حکمراں طبقہ میں جس کا عہدہ سب سے اونچا ہوتا ہے۔ وہ خلیفہ کہلاتا ہے، خلیفہ کے فرائض کیا ہیں، احکام السلطانیہ کے حوالہ سے ہم یہاں نقل کرتے ہیں، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ وہ قوم و ملک کا خادم ہے یا مخدوم،

علامہ ماوردی لکھتے ہیں کہ خلیفہ کے حسب ذیل دس فرائض ہیں

(۱) "دین کی حفاظت، . . . . اگر کسی شخص نے مذہب میں کوئی بدعت نکالی، یا کوئی متشکک اس سے علیحدہ ہوگیا، تو خلیفہ کو چاہیئے کہ وہ دلائل سے اس کے شبہ کو دور کردے، جو حق بات ہے وہ اس کے ذہن نشین کردے، اور فرائض و منہیات پر اسے کاربند کرے، تاکہ دین میں کوئی خلل اور امت لغزشوں سے محفوظ رہے،

(۲) جھگڑنے والوں میں احکام شرعیہ نافذ کرے، اور مخاصمتوں کا فیصلہ کرے، تاکہ انصاف

---

[1] السیاستہ الشرعیہ ص۵ و ص۶

کا دور دورہ ہو، کوئی طاقت دردست تعدی دراز نہ کرنے پائے، اور کوئی مظلوم نہ بنے۔

(۳) ملک کی حفاظت کرے، اور دشمن سے اسے بچائے، تاکہ تمام لوگ اطمینان سے اپنی زندگی کے کاروبار میں مصروف ہوں، اور بغیر جان ومال کے خطرے کے اطمینان سے سفر کر سکیں

(۴) حدودِ شرعیہ کو قائم کرے، تاکہ جن باتوں کو اللہ نے محارم قرار دیا ہے، ان کا کوئی شخص ارتکاب نہ کرے، . . . .

. . . .

نیز اس کے بندوں کے حقوق تلف وبرباد نہ ہونے پائیں۔

(۵) سرحدوں کی پوری طرح حفاظت کرے، کہ دشمن کو اس میں اچانک دراندازی کا موقع نہ رہے، تاکہ مسلمانوں اور ذمیوں کی جانیں محفوظ رہیں۔

(۶) پہلے اسلام کی دعوت دے، نہ ماننے پر مخالفینِ اسلام سے جہاد کرے، تاکہ وہ مخالفین یا تو اسلام قبول کریں، یا ذمی بن جائیں (یعنی اسلامی حکومت کو تسلیم کرکے اپنے مذہب پر باقی رہیں)

(۷) خوف، جبر اور زیادتی کے بغیر احکامِ شرعیہ اور اجتہادِ فقہی کے مطابق خراج وصدقات وصول کرے۔

(۸) بیت المال سے مستحقین کے لئے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کرے، نہ اس میں اسراف ہو، نہ امساک، اور یہ وظیفے اور تنخواہیں مستحقین کو بلا تقدیم وتاخیر وقت پر دی جائیں۔

(۹) دیانت داروں کو اپنا قائم مقام، اور قابلِ اعتماد لوگوں کو حاکم وعامل مقرر کرے، اور خزانے کو ایسے ہی لوگوں کے سپرد کرے، تاکہ انتظام قابل لوگوں سے مضبوط ہو، اور خزانے دیانت داروں کے قبضہ میں محفوظ رہیں۔

(۱۰) خود تمام امورِ سلطنت کی نگرانی کرتا رہے، اور تمام واقعات سے باخبر رہے تاکہ امت کی پاسبانی اور ملت کی حفاظت وہ خود کر سکے، اور عیش وعشرت یا عبادت میں مشغول ہو کر اپنے فرائض دوسروں کے حوالے نہ کردے، کیوں کہ ایسی صورت میں دیانت دار بھی خیانت کرنے لگتا ہے، اور وفادار بہی خواہ کی نیت میں بھی فرق پڑ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی	اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا ہے
الارض فاحکم بین الناس	تم لوگوں میں حق و صداقت سے حکومت کرو،
بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک	خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جانا، ورنہ وہ تمہیں اللہ
عن سبیل اللہ	کے راستے سے بھٹکا دیں گی[۱]

یہ مسئلہ جب ذہن نشین ہو گیا کہ حکمراں طبقہ قوم و ملک کا خدمت گذار ہے، تو یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طبقہ پر ضروری ہے کہ وہ اپنی کد و کاوش کی حد تک قوم و ملک کی خدمت گذاری میں کوتاہی نہ رہے، بلکہ پبلک کی دنیا اور اس کے دین دونوں کی اصلاح کی انتہائی جد و جہد کرے اور اس طرح اپنے فرائض سے سبکدوش ہونے کی سعی کرے،

مالیات کا شعبہ ہو، عدل و انصاف کا شعبہ ہو، یا کوئی اور شعبہ ہو، سب میں کتاب و سنت کی روشنی میں کام کرے، ایک لمحہ کے لئے وہ اس روشنی سے چشم پوشی نہیں کر سکتا،

مثلاً مالیات کا شعبہ ہے، اس میں حکمراں طبقہ آزاد نہیں، یا مالک کی حیثیت نہیں رکھتا کہ جہاں چاہے خرچ کرے، اور جہاں اس کی خواہش نہ ہو، نہ کرے، بلکہ وہ قانون کا پابند ہے، اپنے کو قوم و ملک کا نوکر سمجھے اور جہاں اس کی واقعی ضرورت ہو اور قانونِ خداوندی اجازت دے، وہیں خرچ کر سکتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انی واللہ لا اعطی احدا ولا	بخدا نہ کسی کو میں عطا کرتا ہوں اور نہ کسی سے
امنع احدا وانما انا قاسم اضع	روکتا ہوں، میں تقسیم کرنے والا ہوں، جہاں
حیث امرت رواہ البخاری	حکم ہوتا ہے بجا لاتا ہوں۔

(السیاسۃ الشرعیہ ص۱۶)

یہ حالت تھی رحمۃ للعالمین کی، کہ آپ بھی کسی قانون کے پابند تھے، یوں نہیں خرچ کرتے تھے اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوسرے کو آزادی کہاں مل سکتی ہے حضرت عمر بن الخطاب

[۱] ترجمہ احکام السلطانیہ مطبوعہ حیدر آباد ص۲۸ و ص۲۹

رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ کسی نے آپ سے کہا یا امیرالمومنین آپ اپنے آپ پر کشادہ دستی سے کیوں نہیں خرچ کرتے، حضرت فاروق اعظمؓ نے جواب دیا کہ مری مثال اس شعبہ میں ایسی ہے

کمثل قوم کانوا فی سفر فجمعوا منہم	جیسے وہ قوم جو ایک سفر میں تھی، ان سب نے
مالا فسلموہ الی واحد ینفقہ علیہم	مل کر مال جمع کیا اور ایک آدمی کے سپرد کر دیا، کہ وہ نظم کے ساتھ ان پر خرچ کرے،

اس کے بعد آپ نے سوال کیا

فھل یحل لذالک الرجل ان یستاثر	تو کیا ایسی حالت میں اس ناظم کے لئے یہ درست
علیہم من اموالہم (السیاستہ الشرعیہ صلا)	ہے کہ ان کے مالوں میں اپنے کو ترجیح دے؟

پس معلوم ہوا کہ حکمراں طبقہ اس شعبہ میں خود مختار نہیں، جیسا کہ آج کل لوگ سمجھتے ہیں، کہ جب کبھی اپنے مشاہرہ اور رکھنے کا سوال آیا، تو سیکڑوں ہزاروں سے کم کی بات ہی نہ کی، اور جب قوم کے کسی مصالح میں خرچ کرنا ہوا تو کم سے کم کی بات چیت کرنے لگے، اور مالیات کی کمی کا مسئلہ سامنے آگیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حکمراں طبقہ کی مثال بازار کی سی ہے جو کچھ اس میں ہوگا وہی چلے گا، اگر بازارِ حکمرانی میں صدق و امانت، اور نیکوکاری و عدل کا سودا ہے تو ملک میں بھی رائج ہوگا اور اگر بازارِ حکومت میں بدکاری، خیانت اور جور و ظلم کا چلن ہے، ملک میں بھی انھی چیزوں کا چلن جاری رہے گا۔

حضرت علیؓ کو خبر ملی کہ ان کے کچھ حکام ظلم و جور سے کام لے رہے ہیں اور آپ یہ چیخ اٹھے اور دعا فرمانے لگے اَللّٰھُمَّ انی لم اٰمرھم ان یظلموا خلقک ولا یترکوا حقک

(السیاستہ صلا)

حکمراں یہ نہیں سوچتا کہ اس کو بھی رزق کی وسعت انھی غریبوں اور کمزوروں کی وجہ سے حاصل ہے، اگر روئے زمین پر یہ تنگ حال، پریشان دل اور بدحال لوگ نہ ہوں تو رزق کا مسئلہ شاید کھٹائی میں پڑ جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ھل تنصرون وترزقون

الا لضعفائکم (السیاسۃ ص۱۵)

یہ انتہائی درجہ کی خیانت ہے کہ حکمراں طبقہ کسی غیر مستحق پر ہزاروں روپے بے دریغ خرچ کرے اور مستحقین کو ان کے واجب حقوق سے محروم رکھے یا بڑوں کی مصیبت میں ان کے کام آئے اور غریب یا کوئی مزدور آئے تو اس کو اپنی کوٹھی میں داخلہ تک کی اجازت نہ دے۔

اسلام ان زیادتیوں کو ایک منٹ کے لئے برداشت نہیں کرتا، اور نہ ایسے خائن، بددیانت حکمراں کی حکمرانی گوارا کرتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ رب العالمین تین آدمیوں کی طرف نظر اٹھاکر نہ دیکھے گا، ان میں سے ایک جھوٹا سلطان بھی ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و مساوات اور تواضع کا حال یہ تھا، ادنیٰ سے ادنیٰ آکر بات چیت کرسکتا تھا اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا تھا اور پاتا تھا، ایک لونڈی بھی آتی اور کہتی مجھے فلاں کام ہے کرادیجئے، اس کے ساتھ ہولیتے اور کام انجام دلا دیتے۔[1]

کبر و نخوت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اسلام نے تو تواضع کی تعلیم دی ہے، تکبر اور اپنے آپ کی بڑائی سے سختی کے ساتھ روکا ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

ان اللہ اوحی الی ان تواضعوا حتی	اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ تم سب تواضع
لا یفخر احد علی احد ولا یبغی احد	اختیار کرو، نہ کوئی کسی پر فخر کرے اور نہ کوئی کسی
علی احد رواہ مسلم (ریاض الصالحین ص۲۹۶)	پر زیادتی۔

اس حدیث کے رہتے ہوئے حکمراں طبقہ میں کوئی اگر فخر و غرور سے اپنا سر اونچا کرے، تو اس سے بڑھ کر نادان کوئی نہیں۔

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے یہ بات اچھی طرح اجاگر ہوچکی ہوگی، کہ حکمراں طبقہ اسلام کی نگاہ میں بڑی ذمہ داری کا مالک ہے اور یہ رب العزت کے سامنے اپنی ذمہ داری کا جواب دہ ہے، اس طبقہ کا فریضہ ہے کہ ملک میں امن و امان، اطمینان و سکون، اور صلح و آشتی کی فضا پیدا کرے قوم اور ملک کی ترقی اور فلاح و بہبودی کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرے، اور ملک میں عدل و

---

[1] ریاض الصالحین ص۲۹۶

مساوات، اور اخلاق و اعمال کی پاکیزگی قایم کرے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ اسکے سامنے رہے۔

الامام راع ومسئول عن رعیتہ — امام نگراں ہے اور اس سے اپنی رعیت کے

متفق علیہ (ریاض الصالحین ۲۱۵) — متعلق پوچھا جائے گا۔

اس قسط کو اسی پر ختم کیا جاتا ہے، زندگی نے وفا کی تو پھر کبھی بقیہ امور پیش کرنے کی سعی کی جائے گی

السعی منی والاتمام من اللہ۔

تفسیر مظہری

عربی کی ایک لاجواب تفسیر

تفسیر مظہری اپنی غیر معمولی خصوصیات کے لحاظ سے بہترین تفسیر سمجھی گئی ہے، اس عظیم الشان تفسیر کے مطالعہ کے بعد تفسیر کی کسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت نہیں رہتی، اس میں وہ سب کچھ ہے جو دوسری تفسیروں میں پھیلا ہوا ہے، اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے، مدلول کلام الٰہی کی تسہیل و تفہیم، تاریخی واقعات کی تحقیق و تدقیق، احادیث کے استقصاء، احکام فقہی کی تفصیل و تشریح اور لطائف و نکات کی گل پاشی میں "تفسیر مظہری" کے درجہ کی کوئی کتاب عربی زبان میں موجود نہیں، امام وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کے کمالات علمی کا یہ عجیب و غریب نمونہ ہے۔ الحمد للہ کہ اب اس بے مثال تفسیر کی تمام جلدیں طبع ہو گئی ہیں۔ قیمت تا بحدّ امکان کم سے کم رکھی گئی ہے، پوری کتاب کی دس ضخیم جلدیں ہیں۔

ھدیہ غیر مجلد :۔ جلد اول سات روپے، جلد ثانی سات روپے، جلد ثالث آٹھ روپے، جلد رابع پانچ روپے، جلد خامس سات روپے، جلد سادس آٹھ روپے، جلد سابع سات روپے، جلد ثامن سات روپے جلد تاسع پانچ روپے، جلد عاشر پانچ روپے۔ ہدیہ کامل چھیاسٹھ روپے۔ رعایتی ساٹھ روپے۔